شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

مولانا پیر جمیل احمد میواتی دہلویؒ

ندوۃ المعارف

تکملہ

حضرت شیخ التفسیرؒ کے فرزند ارجمند

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ مکیؒ

ولادت

۱۹۱۶ء۔ ۱۳۳۵ھ۔

دہلی

وفات

۲۰ جولائی ۱۹۷۲ء۔ ۹ جمادی الآخری ۱۳۹۲ھ۔

مکہ مکرمہ

سلسلہ اشاعت

(۳)

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

مصنف

مولانا پیر جمیل احمد میواتی دہلویؒ

مرتب

شبیر میواتی

ناشر

ندوۃ المعارف

بلال پارک، بیگم پورہ، لاہور

موبائل:0331-4894305,0300-8099774

طابع

زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

اشاعت

ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ۔نومبر ۲۰۰۹ء

ہدیہ

دعائے خیر بحق ناشرین ومعاونین ادارہ

[صرف پندرہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بلا قیمت حاصل کریں]

پیش گفتار

خالق کائنات نے ہر دور میں کچھ ایسی منتخب ونادر روزگار شخصیتیں دنیا میں مبعوث فرمائیں جو دوسرے انسانوں کے لیے ذریعہ رُشد وہدایت بنیں۔ ایسی ہی ایک شخصیت شیخ التفسیر امام الاولیاء داعی اہلِ سنّت حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تھی۔ حضرت لاہوریؒ عصرِ حاضر کی ایک ممتاز ترین علمی وروحانی شخصیت تھے۔ ہندستان وپاکستان کے مسلمان گھرانوں کا وہ کون سا فرد ہوگا جو مثلِ آفتاب وماہتاب روشن ودرخشندہ اس برگزیدہ ہستی سے متعارف نہ ہوگا۔

حضرت شیخ التفسیرؒ نومسلم شیخ حبیب اللہؒ کے ہاں قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ میں ۲ رمضان ۱۳۰۴ھ بمطابق ۲۵ مئی ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام احمد علی رکھا۔ آپ کے گرامی قدر والد سکھ مذہب سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔

حضرت شیخ التفسیرؒ نے قرآنِ مجید اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ ابتدائی تعلیم کوٹ سعد اللہ اور تلونڈی کھجوروالی کے پرائمری سکولوں میں حاصل کی۔ ابھی کم سن ہی تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ کے ایماء پر آپ کے والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ کا نکاح ثانی حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے ہوا۔ آپ نے مولانا سندھیؒ کے زیرِ پرورش مدرسہ دارالارشاد گوٹھ پیر جھنڈا (سندھ) سے علومِ دین کی سندِ فراغت حاصل کی۔

حضرت شیخ التفسیرؒ نے پنجاب میں تفسیر قرآن کے سلسلے کو فروغ دیا۔ قرآن مجید سے

آپ کی ذات کو بے حد لگاؤ تھا اور آپ کو قرآن مجید کے درس کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ گویا قرآنِ حکیم آپ کی روح کی غذا اور درد کی دوا بن گیا تھا۔ ان کے نزدیک درس قرآن میں ناغہ کرنا گویا سخت کوتاہی اور گناہ کبیرہ تھا۔ مولانا فجر کی نماز کے بعد درس قرآن دیتے تھے۔ آپ کے درس قرآن کی اس قدر شہرت اور عنداللہ مقبولیت تھی کہ دور دور سے طالبانِ علومِ قرآنی کشاں کشاں آپ کے درس میں حاضر ہوتے اور حکمتِ قرآنی کے بیش قیمت موتیوں سے اپنے دامن بھر کر واپس لوٹتے۔ ایک خلقِ کثیر آپ سے فیضیاب ہوئی۔

آزادیٔ ہند سے پہلے آپ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ریشمی رومال میں بھرپور طریقے سے سرگرمِ عمل رہے۔ اس سلسلے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ تقسیمِ ہند کے بعد آپ نے جمعیت علمائے اسلام پاکستان قائم کی اور اس کے آپ پہلے امیر قرار پائے۔ سیاسی، علمی و روحانی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ تصنیفی و تالیفی کام بھی جاری رکھا۔ بے شمار بڑی چھوٹی کتابیں آپ کے قلم سے یادگار ہیں۔ آپ ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت کے مالک تھے۔

آپ کے ہاں تین فرزند متولد ہوئے اور تینوں ہی اپنے والد گرامی کے مشن کے سچے وارث ثابت ہوئے۔ انہوں نے بھی رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ بدستور جاری و ساری رکھا اور اپنے حینِ حیات دینِ متین کے ابلاغ کے لیے اپنے دنوں کا چین اور اپنی راتوں کی نیند قربان کیے رکھی۔ آپ کے یہ جلیل القدر فرزند مولانا حبیب اللہ، مولانا حمید اللہ اور مولانا عبید اللہ انور، نور اللہ مرقدہم تھے۔

یہ کتابچہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ایمان افروز واقعات و ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف قطب الارشاد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفۂ مجاز جمال الاولیاء حضرت مولانا پیر جمیل احمد میواتی دہلویؒ [المتوفی: ۱۹ رجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۹۲ء] نے بھی حضرت لاہوریؒ سے

کسب فیض حاصل کرنے میں اپنی عمر عزیز کے قیمتی اوقات نذر کیے تھے۔ آپ حضرت لاہوریؒ کے مرید و خادم خاص تھے اور حضرت کی ذاتِ گرامی سے قلبی انس اور روحانی عقیدت کا تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اسی رشتۂ اخلاص و نیاز مندی کا مظہر اس کتابچے میں شامل ان کی تحریریں ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنے پیر و مرشد، مربی و مزکی کے ایمان افروز اور بصیرت خیز واقعات و ملفوظات بصورتِ تحریر ہم تک پہنچانے کی سعی سعید فرمائی ہے۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے ذات مبارکہ سے وابستہ یہ واقعات و ملفوظات اہلِ ایمان کے لیے یقیناً قیمتی اثاثے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا کا یہ کتابچہ دراصل آپ کے تین مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی مختلف اشاعتوں میں شایع ہوئے۔ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ پر مضمون کا پہلا حصہ ہفت روزہ خدام الدین کے پہلے حضرت لاہوری نمبر [۲۲ فروری ۱۹۶۳ء] جبکہ دوسرا حصہ دوسرے ضخیم حضرت لاہوری نمبر [۱۹۷۹ء] اور بطور تکملہ حضرت لاہوری کے فرزندِ اوّل حضرت مولانا حبیب اللہ مکی کے بارے میں شاملِ کتابچہ تحریر خدام الدین کے ۲۵ ستمبر ۱۹۷۲ء کے شمارے سے ماخوذ ہے۔ ان مضامین کو مناسب تدوین کے بعد پہلی مرتبہ کتابچے کی صورت میں شایع کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا میواتی کے رشحاتِ قلم پر مشتمل چند اور بھی گراں قدر اور ایمان افروز کتابچے ایک تسلسل کے ساتھ چھپ کر اہلِ علم کے سامنے آتے رہیں گے۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اس مبارک اور مخلصانہ سلسلے میں برکت و ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے رہیں تاکہ خیر کی پہلی کڑی سے دوسری کڑی ملتی چلی جائے اور اس سلسلۃ الذہب کو عامۃ المسلمین اور جملہ قارئین کے لیے باعث رشد و ہدایت بنائے۔ آمین

شبیر احمد خاں میواتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَن جَعَلَ الہُمُومَ ہَمًّا وَاحِدًا ہَمَّ آخِرَتِہٖ

کَفَاہُ اللہُ ہَمَّ دُنْیَاہُ

ترجمہ جس شخص نے سب غموں کو ہٹا کر ایک غم لگا لیا۔ یعنی آخرت کا غم۔ اللہ اس کے دنیا کے غم کیلئے کافی ہوگا۔ یعنی اسکی دنیاوی ضروریات کا کفیل ہوگا۔ فقط

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

۱۳۷۵ھ

۲۳ رمضان المبارک

۵ مئی ۱۹۵۶ء

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

ولادت

۲۵ مئی ۱۸۸۷ء۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ جمعۃ الاولیٰ

قصبہ جلال [گوجرانوالہ]

وفات

۲۲۔ فروری ۱۹۶۲ء۔ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ جمعۃ المبارک

لاہور

آئندہ صفحات میں پیش کیا جانے
والا مضمون حضرت مولانا پیر
جمیل احمد میواتی دہلوی رحمۃ
اللہ علیہ کی دو تحریروں پر
مشتمل ہے: پہلی تحریر ہفت روزہ
خدام الدین لاہور کے پہلے
حضرت لاہوری نمبر (۲۲ فروری
۱۹۶۳ء) میں شائع ہوئی تھی جبکہ
دوسری تحریر خدام الدین ہی
کے دوسرے ضخیم حضرت
لاہوری نمبر (۱۹۷۹ء) میں اشاعت
پذیر ہوئی۔

(۱)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے نفع بخشے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک خواب جو حضرت شیخ التفسیر ہی کے متعلق میں نے دیکھا تھا، ایک دوست سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ خواب حضرت سے بیان کر دیا۔ اس پر حضرت نے مجھے طلب فرمایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت نے مجھے اپنے قریب بلایا اور گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد مجھ پر حضرت بہت ہی شفقت فرماتے رہے اور ایک مرتبہ سفر میں بھی ساتھ لے گئے۔ وہ خواب یہ تھا کہ ایک بہت ہی بلند سفید عمارت ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ سب سے اوپر والی منزل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کہلاتی ہے۔ جہاں سے سمندر پار کی روشنی نظر آتی ہے۔ اس سے مراد عالم آخرت ہے، اس عمارت کی سب سے نچلی منزل میں شیخ التفسیر حضرت لاہوری درس دیتے ہیں۔ حضرت نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ الحمد للہ درس قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق دیا جا رہا ہے اور عند اللہ مقبول ہے اور ایک صاحب مُعَبِّر [یعنی خوابوں کی تعبیر بتانے کے ماہر] نے اس کی تعبیر یوں دی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت لاہوری میں قرب وبُعد کا معاملہ نہیں ہے بلکہ بلندی اور پستی کا معاملہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی دوران میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھے خواب مبشرات کہلاتے ہیں، یہ اجزائے نبوت سے ہیں کبھی کوئی خود اپنے بارے میں خواب دیکھتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نیک بندے کو اس کے متعلق خواب میں بشارت عطا فرماتے ہیں۔ اسی دوران میں حضرت نے مظفر گڑھ کے ایک مولوی صاحب کا ایک خط دکھایا اور فرمانے لگے کہ میں تو اس کو جانتا نہیں۔ البتہ مولوی انور کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں۔ پھر

حضرت نے خود ہی وہ خط پڑھ کے سنایا جس میں یہ خواب درج تھا کہ انہی مولوی صاحب کو خواب میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی۔ وہ اس طرح کہ ایک جلسہ گاہ میں صدر مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حضورؐ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ احمد علی کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کا کام خوب ڈٹ کر کرے۔

حدیث میں آتا ہے کہ صرف کلمہ شہادت کی انگلی سے کسی چیز کی طرف اشارہ نہ کرو۔ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی بھی انگلی سے اشارہ کرتے نہیں دیکھا، جب بھی اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے۔

میں ہمیشہ اس کوشش میں رہتا تھا کہ سلام میں پہل کروں، مگر حضرت نے کبھی اس کا موقع نہ دیا۔ یہ آپ کے حامل اتباع سنت ہونے کی دلیل ہے۔

ایک دفعہ حضرت علماء کی جماعت کو درس دے کر فارغ ہوئے تو جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے فرمایا کہ چابی تو مولوی انور لے گیا ہے ابھی تک تو آیا نہیں، حجرے میں سے عصا اور جوتا نکالنا تھا۔ یہ سن کر ایک ماسٹر صاحب جو شیخوپورہ میں کسی سکول میں پڑھاتے تھے عرض کرنے لگے حضرت اوپر ہی تو جانا ہے۔ اتنی دیر کے لیے میرا جوتا ہی پہن لیجیے۔ حضرت نے جب دیکھا کہ جوتا انگریزی طرز کا ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں مکیشن کہتے ہیں، فوراً پیچھے ہٹے، میں سمجھ گیا کہ یہ جوتا نہ پہننے کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ انگریزی طرز کا ہے۔ ساری زندگی جب اس قوم کے خلاف جہاد کرتے گزر گئی تو کیونکر گوارا ہو سکتا تھا کہ اس دشمن دین و اسلام کے طرز کے بنے ہوئے جوتے میں ایک لمحہ کو پیر ڈالا جائے۔ یہ آپ کی غیرت ایمانی اور انگریز دشمنی کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ ورنہ اصل نمونہ تو تحریک ریشمی رومال کی ابتدا سے انتہائے زندگی تک دیکھنے میں آتا ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنی جوتی جو دیسی کہلاتی ہے، جو ٹوٹی ہوئی تھی پیش کی، حضرت نے بخوبی پہن لی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ متعلقین میں یہ بات

بہت مشہور تھی کہ علماء و مشائخ کا ادب جس کو سیکھنا ہو تو وہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے سیکھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کی کانفرنس ہو رہی تھی، اس سے قبل مرکز حق شیرانوالہ باغ لاہور میں ایک پروگرام ہوا، جس میں جمعیت سے متعلق پمفلٹ تقسیم کیے گئے تھے۔ میں نے خاصی تعداد میں پمفلٹ اپنے ساتھ لے لیے تاکہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جا کر پڑھے لکھے احباب میں تقسیم کروں۔ میں وہاں پہنچا ہی تھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی پہنچ گئے۔ دل میں خیال آیا کہ تقسیم کرنے سے پہلے حضرت لاہوریؒ سے مشورہ ہی کر لوں۔ چنانچہ میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا بھائی حضرت مولانا کے سامنے نہ تقسیم کرنا، آگے پیچھے تقسیم کر دینا۔ یہ کہہ کر گھبراتے ہوئے اپنے جوتوں کو اتارا اور جلدی سے عصا کو رکھتے ہوئے حضرت کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے جس طرح ایک شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور مرید اپنے پیر کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ سلام کیا اور گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کشف عالیہ کے ذریعے سے معلوم کرتے ہوئے فرمایا، اجی حضرت مولانا کوئی آپ کی سنے گا بھی؟ یہ اشارہ تھا علماء کانفرنس کی طرف، جو احیائے دین کی خاطر منعقد کی جا رہی تھی اور اشارہ تھا ارباب حکومت کی طرف۔

ایک دفعہ میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے صوفی عبدالحمید صاحب (وفاقی وزیر خوراک حکومت پاکستان) کی کوٹھی واقع جیل روڈ جا رہا تھا کہ راستہ میں پیچھے سے حضرت لاہوریؒ کا تانگہ بھی آ گیا۔ سوچا ایسی تو کوئی بات نہیں ہے کہ حضرت مجھے نہ بٹھائیں گے کیونکہ حضرت کی شفقت وعنایت کا تقاضا بھی یہی تھا لیکن حضرت نے مجھے دیکھا بھی اور صرف سلام کرتے ہوئے گزر گئے۔ مجھے رنج تو ہوا لیکن الحمدللہ کسی قسم کا دل میں اعتراض پیدا نہ ہوا۔ خیال آیا ضرور اس میں کوئی مصلحت ہے۔ ابھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تانگہ صوفی صاحب کی کوٹھی تک پہنچا نہ تھا کہ میں ایک تنگ گلی سے نکل

کر کوٹھی پر پہنچ گیا اور انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں حضرت کا تانگہ بھی آ گیا۔ حضرت نے اترتے ہی سلام میں پہل کرتے ہوئے فرمایا: آپ بڑی جلدی آ گئے اور پھر عذر خواہانہ انداز میں فوراً ہی یہ فرمایا کہ تانگے میں اس لیے نہیں بٹھایا تھا کہ جس وقت تانگہ کیا تھا، میں اس وقت اکیلا تھا، دوسری سواری کے متعلق کوچوان سے ذکر نہیں ہوا تھا اور بعد میں میں نے ان سے پوچھنا [یعنی: سوال کرنا یا حاجت بیان کرنا] مناسب نہ سمجھا۔ اگرچہ سالم تانگہ کرنے پر سواری کو حق ہے کہ اپنے کسی دوسرے ساتھی کو بٹھا لے، مگر حضرت کی اپنی احتیاط کب گوارا کر سکتی تھی اور اس نوع کی احتیاط حضرت کے ہاں بار ہا دیکھی گئی۔

ایک سفر میں چارپائی کے بان میں سے حضرت کی انگلی میں پھانس چبھ گئی۔ جس کا حضرت کو بھی احساس ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا، حکم ہو تو میزبان کے ہاں سے سوئی لے آؤں۔ حضرت نے فرمایا: پھر کڈاں گے (یعنی: پھر بعد میں نکال لیں گے) مطلب یہ تھا کہ سوئی کا طلب کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ جب گھر پہنچیں گے تو نکال لیں گے۔

منٹگمری (موجودہ نام: ساہیوال) کے سفر میں ہم نے اپنی گرہ سے اخبار لے کر حضرت کو دیا۔ حضرت نے ہمیں پہلے پیسے دیئے اور پھر اخبار لیا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ واقعہ یاد آتا ہے کہ جس وقت سواری کے لیے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹنی حاضر خدمت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اس کی قیمت طے کر لو۔

منٹگمری کے چوک عیدگاہ میں ایک جلسہ عام کے لیے حضرت کو مدعو کیا گیا تھا۔ حضرت نے عشاء کی نماز جامع مسجد نور میں حضرت مولانا عبدالعزیز مدظلہ کے ہاں ادا کی۔ جب جلسہ میں شرکت کرنے کے لیے تانگہ میں سوار ہوئے تو ادھر مولانا عبدالعزیز صاحب نہایت عمدہ مصلیٰ لیے اس غرض سے تشریف لائے کہ جلسہ گاہ میں کرسی پر حضرت کے لیے بچھاؤں گا۔ حضرت اپنی فراستِ ایمانی سے اس بات کو جان گئے اور فرمانے لگے اس کی کیا ضرورت ہے۔ مولانا نے ہنستے ہوئے فرمایا اس لیے لے جا رہا ہوں ممکن ہے یہاں سے کوئی اسے کوئی اٹھا لے جائے، ساتھ رہے گا تو حفاظت رہے گی۔ مگر حضرت نے اس کو وہیں

رکھوا دیا۔

جب کہیں حضرت سفر پر جاتے تو واپسی کے متعلق فرما جاتے تھے کہ فلاں گاڑی سے آؤں گا۔ ہم لوگ حضرت کو لینے کے لیے حضرتؒ کے ڈبے کے دروازے پر اس لیے کھڑے ہو جاتے کہ احباب کو ان کے تلاش کرنے میں پریشانی نہ ہو۔ جب کبھی ہم ان کو سوار کرانے کے لیے اسٹیشن پر جاتے تو حضرت پلیٹ فارم ٹکٹ اپنی گرہ ہی سے لے کر عطا فرماتے۔ جب تک گاڑی آنکھوں سے اوجھل نہ ہوتی حضرت دروازے پر کھڑے رہتے تا کہ احباب کا شوقِ دید پورا ہوتا رہے۔ جو ساتھی سفر میں ساتھ ہوتا واپسی پر اس کو اس کے گھر تک پہنچنے کے لیے تانگہ کا کرایہ بھی عطا فرماتے۔

ایک دفعہ حضرت نے ایک ساتھی سے فرمایا کہ لال پنسل لے آؤ۔ وہ سادہ بندہ چاقو لے آیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو پنسل منگائی تھی۔ حضرت مسکرائے اور خاموش ہو گئے تا کہ احباب کی مجلس میں اس دوست کو خفت اور شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

ایک مرتبہ ایک ساتھی سے فرمایا کہ کتاب وہاں رکھ دو۔ اس نے وہ کتاب قرآن حکیم کے اوپر رکھ دی۔ حضرت نے فرمایا: نہیں نہیں ایسا نہ کرو بلکہ سب سے نیچے کتاب رکھو۔ اس کے اوپر وہ حدیث کی کتاب رکھو اور پھر سب سے اوپر قرآنِ حکیم کو رکھو۔

علماء کی جو جماعت دورہ تفسیر کے لیے حاضر ہوتی تھی۔ رمضان المبارک میں دیکھا گیا کہ حضرت اپنے ہاتھ سے افطاری تقسیم فرما رہے ہیں۔ حالانکہ خدام کے ذریعے سے بھی یہ کام کرایا جا سکتا ہے۔ مگر مہمانانِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب اور میزبانی حضرت اسی میں سمجھتے تھے کہ خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کریں۔

کوہاٹ کے ایک خان صاحب فرمانے لگے کہ پہلے تو جلسے میں آپ ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ اب کئی سال سے تشریف نہیں لائے۔ حضرت فرمانے لگے: میں بوڑھا ہو گیا ہوں کمزوری آ گئی ہے۔ وہ صاحب یہ سمجھے کہ شاید حضرت ٹال رہے ہیں۔ حضرت نے فوراً ہی فرمایا: بھائی مر کے دوبارہ تو آنا نہیں جو نیک اعمال کو آئندہ پر اٹھا

رکھوں۔ مطلب یہ تھا کہ نیکی کو نیکی سمجھتے ہوئے کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔ مرنے کے بعد پھر کہاں موقع ملے گا۔ مگر جب بس کی بات نہ ہو تو پھر کیا کروں۔

حضرت لاہوریؒ علماء اور عوام سے ان کے دین اور علم کو مدنظر رکھتے ہوئے گفتگو فرماتے تھے۔ یہ نہیں کہ عوام اور علماء کو ایک ہی درجہ میں رکھتے ہوں۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک بوڑھے آدمی تشریف لائے۔ حضرت نے ان کا بڑا احترام کیا۔ مجھ سے چار پائی بچھوائی اور چلتے وقت تانگہ کے لیے کرایہ بھی دیا۔ مجھے حضرت کی اس تواضع اور اکرام پر بڑی حیرت ہوئی اور بوڑھے مجذوب سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا دوست ہے، یہ آپ کے ساتھ جائے گا۔ حضرت کی مسجد میں ظہر کی نماز ہو رہی تھی۔ اس مجذوب نے نہ اس وقت کی نماز ادا کی اور نہ بعد میں کوئی نماز پڑھی۔ اس کے علاوہ راستے میں مجھ سے کہنے لگے کہ پاک پٹن سے آ رہا ہوں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ تو لاہور میں مولانا احمد علی کی زیارت کو جا۔ مجھے اس کے نماز نہ پڑھنے پر بہت غصہ تھا۔ لیکن جب اسے پہنچا کر واپس آیا تو حضرت نے میری قلبی حالت کو بھانپتے ہوئے فرمایا: وہ بہت اچھے آدمی تھے۔ میں یہی سمجھا کہ وہ ولی تھے اور مجذوب، کیونکہ حضرت نے ایک تقریر کے دوران میں فرمایا تھا کہ بعض مجذوب اللہ کے ولی ایسے ہوتے ہیں کہ تم ان کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرو۔

(۲)

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل سے امام الاولیاء نور المشائخ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کی عمر مبارک کے آخری چھ سالوں میں دن رات حضرت کی خدمت میں رہنا نصیب ہوا۔ اس طویل عرصہ میں بہت کچھ سنا اور دیکھا۔ حضرت قدس سرہ کی وفات حسرت آیات کے فوراً بعد ایک عرصہ تک آپ کے ملفوظات ہفت روزہ ''خدام الدین'' میں شائع ہوتے رہے۔ اس کے بعد طبیعت ایسی سرد ہوئی کہ باوجود احباب کے اصرار فرمانے کے بھی، طبیعت لکھنے پر آمادہ نہ ہوئی۔ اب مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی [مدیر ہفت روزہ خدام الدین لاہور] کے فرمانے اور عزیزم مولوی ابوالمظفر ظفر احمد سلمہ (مجاز حضرت مولانا مفتی بشیر احمد

پسروری نور اللہ مرقدہ) کے اصرار پر کچھ لکھنے کی ہمت ہوئی ہے۔

اب حضرت لاہوری قدس اللہ سرہ کے چند ارشادات، جو بحمد للہ بعینہٖ دماغ میں محفوظ ہیں، اس دعا کے ساتھ نقل کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کریمی کے صدقہ میں غفاری وستاری فرماتے ہوئے اپنی رضائے پاک کا ذریعہ بنائے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے نافع بنائے، آمین!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے: ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا، یہ اہل پنجاب ہر پاگل کو مجذوب سمجھتے ہیں، اس لیے پاگلوں کے پیچھے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ مجذوب عند اللہ مقبول ہوتا ہے، مجذوب مسلوب العقل ہوتا ہے اس کی عقل جذبۂ عشق الٰہی کی زیادتی اور اس کے سہارے نہ جانے کے سبب کھوئی جاتی ہے۔ مجنوں، دیوانہ، پاگل دنیاوی صدمات کے سبب اپنی عقل کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کو ولایت سے کیا تعلق۔ اسی لیے میں کہتا ہوں ہر مجنوں ہر دیوانہ ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا۔

حضرت فرماتے تھے: عقل مند وہ ہے جس کو آخرت کی فکر ہو اور اس کی تیاری میں ہمہ وقت مشغول رہے، اسی لیے میں کہتا ہوں کہ عقل مند فقط اللہ والے ہیں باقی سب پاگل ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ عقل مند سارے، پاگل کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں کہ پاگل سارے عقل مند کوئی کوئی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ بینا سارے اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی کوئی۔ یہ ظاہری آنکھیں تو رام لال اور سنت سنگھ کو بھی ملی ہوئی ہیں۔ بینا وہ ہے جس کا دل بینا ہو، جس کا ضمیر اللہ کی یاد سے روشن ہو اور یہ خوبیاں اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہیں، یہ دولت فقط اللہ کے نام کی برکت سے ملتی ہے۔

حضرتؒ ارشاد فرماتے تھے کہ جو لیڈر یہ کہتے ہیں کہ ملا ازم نہیں آنے دیں گے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس ملک میں اسلام کا قانون نافذ نہیں ہونے دیں گے۔ ان میں سے جو مر گئے ہیں وہ اس طرح اپنی قبروں میں تڑپ رہے ہیں جس طرح پکوڑے تیل میں تلے جاتے ہیں۔ یقین نہ آتا ہو تو چلو میں تمہیں دکھا دوں۔ مگر اس کے دیکھنے کے لیے آنکھیں

چاہئیں اور وہ آنکھیں جو دل کی آنکھیں ہیں جو تمہیں نصیب نہیں۔ یہ فقط کثرت ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ کی برکت سے نصیب ہوتی ہیں۔

حضرتؒ فرماتے تھے: ملا ازم کیا ہے۔ ملا تو یہی کہتا ہے کہ قرآن وحدیث کا قانون نافذ ہو۔ تو کیا تم اسلام ازم کو ملا ازم کا نام دے کر مخالفت کر کے اپنی آخرت تباہ کرتے ہو۔ ملا یہ تو نہیں کہتا کہ زنا کرو، شراب پیو؟ معاذ اللہ۔

حضرتؒ فرماتے تھے: لوگ کہتے ہیں ملا بڑے بے ایمان ہیں۔ یہ نعرہ شیطان نے ان پنجابیوں کے منہ میں دے رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ملا اگر بے ایمان ہے تو کیا کنجر اور کنجریاں ایمان دار ہیں۔ کچھ شرم کرو۔

لاہور میں جس بارات میں باجا وغیرہ جیسی خرافات نہ ہوتی تھیں سب جانتے تھے کہ یہ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مریدوں ہی کی بارات ہو سکتی ہے۔ اس پر پنجاب کی عورتیں بالخصوص یہ کہتی تھیں کہ آج (یہ بارات) ہے یا جنازہ، معلوم ہوتا ہے شیرانوالہ سے آئی ہے۔ اس لیے کہ پنجاب کے اکثر ملا مولوی جن کو اہل پنجاب سپی کہتے ہیں وہ خود بھی ان خرافات میں شریک ہوتے تھے۔

جرأت ایمانی ہو تو بات بنے۔ اس پر حضرتؒ ارشاد فرماتے تھے کہ حق دو ہی طرح کے لوگ کہہ سکتے ہیں (۱) جو خود کما کر کھائے (۲) یا پھر اتنا یقین، توکل اور تقویٰ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے بھیک مانگ کر کھاتا ہو۔ ''سپی ملا'' حق نہیں کہہ سکتا۔ ایں خیال است ومحال است جنوں۔ جو جس کا کھائے گا اس کا گائے گا۔ ''الانسان عبید الاحسان۔''

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادگان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اکثر والہانہ انداز میں ہمارے سامنے ان حضرات کا تذکرہ فرماتے تھے۔ فرماتے میرے بڑے بیٹے مولوی حبیب اللہ کو علم و ذکر سے بڑی مناسبت ہے۔ مولوی حمید اللہ کو جہاد کا شوق ہے۔ اپنے اور میرے نام سے لائسنس کی بندوق لے کر رکھی ہوئی ہے۔ میں اپنے چھوٹے بیٹے مولوی انور کو بچپن ہی میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں

دیوبند چھوڑ آیا تھا، تا کہ یہ ان کی خدمت کرے۔ مولوی انور اور صاحبزادہ مولوی اسعد سلمہم اللہ (مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ جانشینِ حضرت مدنی وموجودہ امیر جمعیت علمائے ہند) سگے بھائیوں کی طرح ایک ہی گھر میں پلے اور بڑے ہوئے ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لاہور میں جامعہ مدنیہ کے قیام کے موقع پر حضرت والا نے جامعہ کے بانی وشیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہٗ [فاضل دیوبند، شاگرد وخلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ] کو پانچ روپے کا نوٹ مرحمت فرمایا، نیز یہ بھی فرمایا کہ میرے چار بیٹے ہیں ان میں ایک مولوی حامد میاں ہیں۔ پھر دیر تک مولانا اور ان کے جامعہ کے لیے دعائے خیر وبرکت فرماتے رہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ پانچ روپے کا نوٹ حضرت مولانا سید حامد میاں نے اب تک بطور تبرک اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ الحمد للہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور اور حضرت مولانا سید حامد میاں میں سگے بھائیوں جیسی محبت ومودت چلی آرہی ہے۔

ہمیں وہ وقت بھی یاد ہے جب حضرت مولانا انور صاحب کی شادی ہوئی تھی باوجود کہ ہم ان کے حاضر باش خدام، جن میں جناب حافظ محمد اقبال صدیقی [مقیم کرشن نگر لاہور] بھی تھے، ہمیں بارات میں نہیں لے جایا گیا۔ واپسی پر حضرت والا نے بڑے اہتمام سے فرمایا بیٹا! میں تم لوگوں کو اس لیے نہیں لے گیا کہ اول تو بارات کا تصور ہی اسلام میں نہیں اور ہم چند نفر چلے بھی جاتے تو لوگ کہتے پھرتے، خود تو بارات کو منع فرماتے ہیں اور اپنے بیٹے کی بارات میں فلاں فلاں کو ساتھ لے گئے۔ اس لیے میں اور مولوی انور [دولہا] اور مولوی حمید اللہ چلے گئے تھے۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ مولوی انور کے بیٹے کا نام اجمل میں نے مسیح الملک حکیم اجمل خان مرحوم کے نام پر رکھا ہے۔ وہ مسلمانوں کے بڑے خیر خواہ اور ملت کا درد رکھنے والے تھے۔ میں جب جیل میں ہوتا تھا تو میرے پیچھے بچوں کی خبر گیری فرماتے تھے، وہ ہمارے محسن تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا: میں جب نماز کے لیے آتا ہوں تو اجمل میرا دامن پکڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ میں بھی ساتھ چلوں گا (اس وقت حضرت کا چہرہ مبارک خوشی سے کھلا ہوا تھا) میں اس کو محبت سے کہہ سن کر پیچھا چھڑا کر آتا ہوں۔ لوگوں کو دیکھا ہے ایسے موقعوں پر تکبیر اولیٰ حتیٰ کہ نمازیں بھی فوت کر دیتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کو سب پر غالب ہونا چاہیے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اجمل کو تو تھوڑا بہت میرا نقشہ یاد رہے گا، اکمل تو بہت چھوٹا ہے، اس کو میں کیا یاد رہوں گا۔ یہ دونوں حضرت والا کے پوتے ہیں۔ حضرت مولانا انور مدظلہ کے صاحبزادے ہیں، صاحبزادہ اکمل کی شکل حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے بہت ملتی ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کل رات اچانک مہمان آگئے، گھر میں جو کھانا تھا ان کو کھلا دیا، تھوڑا سا بچ رہا جو گھر والوں کو کافی نہ تھا۔ مولوی انور کہنے لگا ابا جی حکم ہو تو بازار سے روٹیاں لے آویں، میں نے کہا نہیں جو ہے اسی کو سب صبر و شکر سے کھالو، بازار میں اکثر بے نمازی، بے غسل کھانا پکاتے ہیں۔ گو شرعاً ان کا کھانا جائز ہے مگر اہلِ تقویٰ اس سے بہت ہی پرہیز کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں نور نہیں ہوتا بلکہ بے نمازی کی نحوست کے سبب ظلمت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹے حبیب اللہ نے کبھی میری طرف پیٹھ نہیں کی۔ اتنا ادب کرتا ہے، نیز فرمایا کہ اس کی والدہ اس سے بہت زیادہ غائبانہ محبت کرتی ہیں۔ جب اس کا مدینہ طیبہ سے خط آتا ہے تو وہ باوجود یہ کہ بیمار ہیں، اٹھ کر بیٹھ جاتی ہیں کہ میں اپنے پیارے بیٹے کا خط خود پڑھوں گی۔

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ، ریل میں سفر فرما رہے تھے۔ سیاسی اختلافات کا طوفان زوروں پر تھا۔ میں نے مولوی انور اور مولوی حمید اللہ کو کہا کہ جاؤ حضرت کے لیے ڈھال بن جاؤ۔ چنانچہ سیاسی حریفوں نے حضرت پر پتھراؤ کیا۔ میرے دونوں بیٹے حضرت والا کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ کئی پتھر مولوی حمید اللہ کو پیٹ

پر لگے۔

حضرت اکثر حضرت عالی مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت اقدس مولانا رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی بہت ہی مدح سرائی فرماتے تھے۔ نیز ارشاد فرماتے تھے کہ یہ دونوں حضرات جس بات کی تصدیق فرمادیں اور ان کے مقابلے میں چالیس کروڑ فضلائے دارالعلوم دیوبند بھی اگر بالفرضِ محال انکار کریں تو میں کہوں گا کہ یہ دونوں بینا ہیں، ان کی تصدیق حق ہے، ان کے مقابلے میں چالیس کروڑ کی تردید باطل ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں حضرات اہل بصیرت واہل دل ہیں، علم ظاہر کا حاصل کر لینا اور بات ہے، دل کی بینائی اور بات ہے۔ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا: حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کی معیت میں ریل کا سفر کر رہا تھا، گرمی سخت تھی میں نے پنکھا لینے کی غرض سے جیب میں ہاتھ ڈالا تا کہ پیسے نکالوں، حضرت والا نے فرمایا کیا ارادے ہیں، میں نے عرض کیا حضرت والا کے لیے پنکھا لینا ہے۔ حضرت نے منع فرمایا نیز ارشاد فرمایا جیل میں کون پنکھا جھلے گا۔ اس پر میں نے ارادہ ترک کر دیا۔

حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے: ساری دنیا ایک طرف، حضرت مدنی ایک طرف اور فرماتے تھے کہ حضرت مدنی تو استقامت کے پہاڑ ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سنا تھا کہ ''میں مسجد سے مولانا احمد علی کے گھر تک تمام راستہ میں نور ہی نور دیکھتا ہوں۔''

مجھے یاد ہے کہ جب مرشد عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ، کی وفات شریفہ کی خبر رات آٹھ بجے ریڈیو پاکستان نے نشر کی، الفاظ کچھ اس طرح تھے جمعیت علمائے ہند کے روحِ رواں اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید حسین احمد مدنی آج بعد دوپہر انتقال فرما گئے، ان کے ہندو پاکستان میں بکثرت مرید و عقیدت مند پائے جاتے ہیں۔

اس خبر کے نشر ہونے کے وقت مجاہد عالم دین مولانا عبدالقیوم ہزاروی (مدرس جامعہ

نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) میرے پاس بیٹھے چائے پی رہے تھے، خبر سنتے ہی چائے کی پیالی ہاتھ سے رکھ دی، میں نے کہا میں تو جاتا ہوں، تاکہ حضرت کو اطلاع دوں کیونکہ میں حضرت کو مسجد سے ابھی ابھی گھر چھوڑ کر آیا ہوں۔ میں فوراً دروازہ پر گیا۔ السلام علیکم زور سے کہا۔ حضرت نے فوراً دروازہ کھولا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے اس طرح خبر سنی ہے۔ حضرت نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا اچھا بیٹا۔ میں مسجد میں آ گیا۔ اگلے دن جمعہ تھا۔ حضرت والا نے مولانا حمید اللہ کو فرمایا کہ تو ہی اپنی زبان سے اعلان بھی کر دے اور ایصال ثواب کے لیے بھی حاضرین سے کہہ دے، میری زبان حضرت کی وفات شریفہ کی خبر کو ادا نہ کر سکے گی۔ (یہ غائیت محبت کے سبب تھا) خطبۂ جمعہ کے بعد مولوی حمید اللہ صاحب نے بھرّائی ہوئی آواز میں فرمایا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی مدظلہٗ العالی انتقال فرما گئے۔ پھر فوراً سنبھل کر مدظلہٗ کی بجائے نور اللہ مرقدہ کہا۔ گویا دل ودماغ پر ان کا حیات ہونا ابھی تک ثبت ہے۔ اس لیے زندوں کے سے القاب وآداب زبان سے نکل رہے ہیں۔

حضرت لاہوری قدس سرہٗ اکثر فرماتے تھے: لاہور میں بڑے بڑے مفتی، بڑے بڑے متقی ہیں، لاہور کی سولہ لاکھ کی آبادی میں ایک لاکھ میں ایک بھی بینا ہوتا تو سولہ بینا ہوتے، لاہور شہر قرآن وسنت کے نور سے جگمگا اٹھتا مگر لاکھ میں ایک بھی نہیں۔ بڑے بڑے گدی نشین جو تھان کے تھان سر پر لپیٹے پھرتے ہیں باطن کے اندھے ہیں، ان کے بڑے بڑے مولوی باطن کے نور سے کورے ہیں' کھائے جاتے ہیں، نہ حرام کی تمیز نہ حلال کی تمیز۔ میں بھی اگر ان کی رسومات میں شریک ہوتا تو میرے دروازے پر بھی زردہ پلاؤ کی دیگیں رکھی ہوا کرتیں۔

سو، لاہوریو سنو! تم کل کو یہ نہ کہنا کہ ربنا ما جاء نا من نذیر. (اے ہمارے پروردگار! ہمیں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا) اللہ تعالیٰ مجھ گنہگار کو کھڑا کر کے فرمائیں گے، کیا

اس نے حق نہیں سنایا۔ کوئی حضرت صاحب کہلاتا ہو، ہزاروں مرید پیچھے لگے ہوئے ہوں، جہاں جاتا ہو دیگیں پکتی ہوں لیکن اگر وہ خلاف شرع ہے تو وہ گمراہ ہے، ہرگز پیر نہیں بلکہ شیطان ہے، اس کی بیعت ہونا حرام ہے اور کوئی غلطی سے بیعت ہو گیا ہے تو اس کی بیعت توڑنا عین فرض ہے، ورنہ جہنم میں جائے گا۔ تم بھی اس کے ساتھ جہنم میں جاؤ گے۔ المرء مع من احب جو جس کے ساتھ محبت رکھے گا' کل قیامت میں اسی کے ساتھ اٹھے گا۔ حق پرست وہ ہے جس کے داہنے ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ چاہے اس کا ایک بھی مرید نہ ہو۔ بعض نبی قیامت میں ایسے بھی ہوں گے جس کا ایک ہی امتی ہوگا، تو کیا ان کی نبوت میں معاذ اللہ کوئی کمی ہے؟ حضرات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام کے تمام اللہ کے بھیجے ہوئے کامل، اکمل اور سچے ہوتے ہیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے: میرے پاس لاہور کے ایک مولوی صاحب آئے کہ مناظرہ کرنا ہے، میں نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے، یہ قرآن مجید ہے، یہ احادیث مبارکہ ہیں، مجھ میں ان کے خلاف جو بات پاو، بتلاو، میں تمہیں اللہ پاک کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ میں اسی وقت توبہ کر لوں گا اور اگر تم میں کوئی ایسی بات ہے، تو تم توبہ کر لو۔ کیا حقیقت قرآن وسنت کے خلاف کسی مجموعہ کا نام ہے؟ فرمایا اس کے بعد پھر وہ مولوی صاحب نہیں آئے۔

حضرت بڑے جوش میں فرمایا کرتے تھے: حضرت اقدس شاہ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ میرے روحانی دادا ہیں، ان کے ملفوظات کا مجموعہ کتاب کی صورت میں موجود ہے، جس میں سراسر قرآن وسنت' توحید خالص اور اتباع سنت کی تعلیم بھری پڑی ہے۔ اے لاہوریو! تم جو کچھ دین کے نام پر اور حضرت جیلانی کے نام سے منسوب کر کے بدعات ورسومات بجالاتے ہو ان باتوں کا اس کتاب میں ذکر تک نہیں۔ حدیث نبوی ہے: عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنتی کون ہے؟ ارشاد فرمایا: "ما انا علیہ واصحابی او کما

قال ''(یعنی میں اور میرے صحابہ جس ڈگر پر ہیں۔) آپ نے کسی طبقہ وفرقہ کا نام نہیں لیا، بلکہ قیامت تک کے لیے ایک کسوٹی اور معیار مقرر فرمادیا۔ آج لوگ اپنی اغراض اور پیٹ کی خاطر قرآن وحدیث کے مطالب کو غلط طور پر پیش کر کے عوام کو اُلّو بناتے ہیں یہ علماء سو ہیں۔

حضرت فرماتے تھے: میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس کیا تھا۔ کیا روضۂ اطہر پر قوالیاں کرائی تھیں، میلہ لگایا تھا یا ار دیگر ایسی ہی خرافات کا وہاں وجود تھا، جو تم آج دین کا نام لے کر بلکہ جزو دین سمجھ کر کرتے اور کراتے ہو، کیا تم صحابہ کرامؓ سے زیادہ قرآن وحدیث کے سمجھنے والے ہو، کیا تم صحابہ کرامؓ سے زیادہ عاشق ہو۔ ظالمو! ابھی وقت ہے توبہ کرلو۔ کیوں اُمتِ محمدیہ کو پیٹ کی خاطر گمراہ کرتے ہو۔

ایک مرتبہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا رسول خاں ہزاروی قدس سرہٗ حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہ کی قبر شریف پر تشریف لے گئے۔ کھڑے ہی کھڑے فاتحہ پڑھتے رہے حالانکہ اس وقت بھی سو سال سے زیادہ عمر تھی پھر بہت روئے اور بہت تعریف فرمائی اور آخر میں فرمایا: اب ایسے لوگ کہاں ہیں۔ یاد آیا کہ ایک مرتبہ عصر کے بعد جامعہ اشرفیہ میں عام مجلس لگنے سے پہلے میں حضرت مولانا رسول خاں قدس سرہٗ کے گھر ان کی خدمت میں حاضر تھا، خود ہی فرمانے لگے ایک مرتبہ مودودی صاحب کا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ ''مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت والا اگر میرے غریب خانہ پر تشریف لے آویں تو عنایت ہوگی ورنہ میں خود ہی در دولت پر حاضری دوں، کچھ باتیں کرنی ہیں۔'' میں نے کہا کہ ''میں نہیں جا سکتا،'' نہ کہا کہ وہ یہاں آویں یا نہ آویں، میں نے تو یہ بھی کہا کہ ان سے کہہ دیجئے گا کہ ''میں تو صحابہ کرامؓ کی محبت میں اندھا ہوں''۔ پڑھیے اور سر دُھنیے۔ آج صرف سیاسی اختلاف کی بنا پر ہم اس ہستی کو برا سمجھ رہے ہیں جو کل تک ہمارے سب کچھ تھے۔ اشارہ ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی دامت برکاتہم کی طرف ہے اور اس شخص

سے صرف نظر کر رہے ہیں جس سے عظمتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے بنیادی اور خالص دینی اختلاف تھے اور ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود دامت برکاتہم جب بھی لاہور آتے حضرت والا کے گھر ضرور تشریف لاتے، حضرت بڑے اکرام سے پیش آتے، واپسی پر مجھ سے تانگہ منگواتے۔ رخصت کے وقت بچوں کے لیے کچھ چیزیں، نئے کپڑے میں باندھ کر مرحمت فرماتے اور جب تک حضرت مفتی صاحب کا تانگہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہوتا حضرت لاہوریؒ چھوٹی مسجد کے دروازہ پر کھڑے رہتے۔ دونوں حضرات [حضرت مولانا ہزاروی اور حضرت مفتی صاحب] ہمارے نزدیک تو واجب الاحترام اور قابل فخر ہیں۔

مغرب اور عشاء کے درمیان حضرت والا کچھ دیر استراحت فرماتے تھے۔ سالوں یہ معمول رہا کہ میں پاؤں دباتا تھا اور حافظ اقبال صاحب پنکھا جھلتے تھے۔ جب گرمی شدید ہوتی تو پیسے دو پیسے کی برف لے آتے اور پلیٹ میں رکھ لیتے اس کا جو پانی بنتا رہتا تھا اس کو پنکھے پر چھڑک لیتے اس طرح ہوا کرنے سے ننھی ننھی ٹھنڈی بوندیں حضرت والا پر پڑتی رہتیں اور ایک راحت کا سبب بنتیں۔ ایک مرتبہ اچانک آنکھیں کھل گئیں۔ فرمایا آپ سرہانے آجایئے اور پنکھا جھلیں، حافظ اقبال پاؤں دبائیں۔ اس میں کیا حکمت تھی؟ ہمیں معلوم نہ ہوسکی۔ ہم تو حکم کے بندے تھے، جیسے فرمایا ایسا ہی کرلیا۔

سوتے وقت حضرت ارشاد فرماتے: اتنے بجے اٹھا دینا، ابھی ہم گھڑی دیکھ کر اٹھانے کا ارادہ ہی کرتے کہ حضرت والا ''**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**'' پڑھتے ہوئے خود ہی بیدار ہو جاتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے جگایا ہو۔ پھر فرماتے لوٹے میں پانی لاؤ، وضو کرلیں۔ ایک مرتبہ مجھے فرمایا آج ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے مصلّٰی یہاں بچھاؤ، یہاں سنتیں پڑھیں گے۔ (شمالی مینار کے قریب) عشاء کا وضو اکثر اس جگہ فرماتے تھے جہاں اب حوض پر کمیٹی کے پانی کی چند ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ حضرت والا کی چارپائی حجرہ مبارکہ کے دروازے اور حوض کے درمیان والی جگہ پر ہوتی تھی، جہاں آج کل گرمیوں میں آیت کریمہ

والی جمعرات کے علاوہ حضرت مولانا انور مدظلہم ذکر کراتے وقت تشریف فرما ہوتے ہیں۔

حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہ کو ایک مرتبہ شیخ القراء حضرت قاری عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدرسے کے سالانہ جلسہ پر صدارت کے لیے بلایا۔ اس وقت یہ مدرسہ مدنی مسجد پرانی انارکلی میں تھا۔ مسجد اپنے پرانے حال میں تھی۔ جدید تعمیر نہ ہوئی تھی۔ ظہر کے بعد کا وقت تھا۔ صحن میں شامیانہ لگا ہوا تھا۔ یہ وہ سال تھا، جس سال استاذ القراء قاری اظہار احمد تھانوی، استاذ القراء قاری محمد شریف صاحب، استاذ القراء قاری محمد حسن شاہ بخاری وغیرہ فارغ ہوئے تھے۔ مجھے یاد ہے، جب قاری حسن شاہ صاحب نے تلاوت شروع فرمائی تو آسمان پر بادل نمودار ہوئے۔ پھر ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی اور پھر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ فضا جنت نشان بن گئی۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہم العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند اس نشست میں بطور مہمان خصوصی شریک تھے اور تشریف فرما تھے۔ حضرت لاہوریؒ نے تلاوت سننے کے بعد قاری حسن شاہ صاحب کے پڑھنے کو بہت ہی سراہا۔ یہ بھی فرمایا کہ بہت ہی عمدہ پڑھا۔ نشست کی صدارت حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ فرما رہے تھے۔ اتنے میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور و خلیفہ اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ) تشریف لے آئے اور منبر کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ بڑا منور چہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات عالیہ میں بیش از بیش ترقیات مرحمت فرمائیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ایک جگہ پڑھا کہ حضرت مدنی روحانیت کے بادشاہ ہیں۔

اس موقع پر حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا: پنجاب اور صحیح قرآن پڑھا جانا ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ جناب قاری عبدالمالک صاحب کی تشریف آوری اور ان کی محنت و خلوص کی برکت ہے کہ آج جگہ جگہ صحیح قرآن مجید پڑھا اور سنا جا رہا ہے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ قاری صاحب مرحوم کی وصیت کے مطابق حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا تھا۔ ان دنوں اپنے حضرت مولانا رائے

پوری قدس سرہٗ لاہور میں صوفی عبدالحمید مرحوم کی کوٹھی واقع جیل روڈ پر قیام فرماتے تھے۔

حضرت قاری عبدالمالکؒ عموماً ظہر کے بعد حضرت مولانا رائے پوری کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ مولانا حافظ خیر الدینؒ و جناب قاری فضل کریمؒ بھی بعد عصر حاضری دیتے تھے، کیسے اچھے لوگ تھے۔ حضرت لاہوریؒ حضرت مولانا رائے پوریؒ (جن کی علو مرتبت کے اظہار کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں) کی خدمت عالیہ میں بڑے اہتمام و ادب سے اکثر و بیشتر حاضری دیا کرتے تھے، جس کی تفصیل کسی موقع پر ان شاء اللہ ''خدام الدین'' میں پیش کی جائے گی۔

(میں نے حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات وارشادات کو کسی خاص عنوان کے تحت جمع نہیں کیا' بلکہ جیسے جیسے ذہن میں جو بات آتی رہی ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے لکھتا رہا ہوں' احباب اس بے ترتیبی کا خیال نہ فرمائیں۔ جمیل احمد میواتی)

OOOO

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کے
فرزند ارجمند حضرت مولانا
حبیب اللہ مکی کے بارے میں
حضرت پیر صاحب میواتیؒ کا یہ
مضمون ہفت روزہ "خدام
الدین" لاہور کی ۲۵ ستمبر ۱۹۷۲ء
کی اشاعت میں شایع ہوا تھا
جسے یہاں تکملہ کے طور پر
شایع کیا جارہا ہے۔

شیخ التفسیر نورالمشائخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری نوراللہ مرقدہٗ کو خدائے پاک نے تین صاحبزادے عطا فرمائے۔ تینوں اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز، صحبت یافتہ اور عالم باعمل ہیں۔ جن میں سب سے پہلے حضرت مولانا حافظ حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو جوانی کے عالم میں ہی واصل بحق ہوئے۔ آپ فارغ التحصیل اور اپنے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے مجاز وصحبت یافتہ تھے۔ کثرت سے ذکر اللہ وتلاوت میں مشغول رہنے والے تھے۔ خلوت نشینی بہت راس آئی تھی۔ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ صرف پنجگانہ نماز میں امام کے پیچھے بیٹھے نظر آتے، پھر فراغت پر جلد گھر جاتے دکھائی دیتے۔ طبیعت پر جلال غالب تھا۔ عوام الناس کو بہت کم جرأت ہوتی تھی کہ بات چیت میں پہل کریں۔ کھدر پوش تھے، ہاتھ میں ایک ڈنڈا رکھتے تھے۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے میں نے خود سنا کہ میرے بیٹے حمید اللہ کو جہاد کا بہت شوق ہے۔ عام طور پر جب حضرت لاہوریؒ فجر کی نماز کے لیے تشریف لاتے تو حضرت حافظ صاحب ہمراہ ہوتے۔ بدن فربہ، ریش مبارک سیاہ اور سر پر چھوٹے چھوٹے بال تھے۔ وسط رمضان المبارک میں اسی تاریخ کو جس تاریخ کو بڑے حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ کا وصال ہوا آپ نے وفات پائی۔ عین افطار سے قبل آپ کے منجھلے بھائی حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہم العالی نے حضرت حافظ صاحبؒ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ لاہور کے تاریخی قبرستان میانی صاحب میں اپنے والد محترم اور حضرت اماں جی صاحبہ قدس اللہ سرہا کے پہلو میں دفن ہوئے۔

رحمهم الله رحمة واسعة ومغفرة واسعة۔

ذیل کی سطور میں حضرتؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ لاہوری ثم مکی ومدنی نوراللہ مرقدہٗ کا تذکرہ کیا جارہا ہے، تاکہ بعد میں آنے والے ان مقدس وپاکباز مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کا تذکرہ پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کرسکیں اور

اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی سعی بلیغ کریں۔ مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے اور بس!

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ نور اللہ مرقدہٗ کی میں نے زیارت تو نہیں کی۔ البتہ ان کے دیکھنے والے اب بھی ہزاروں موجود ہیں۔ اس لیے شکل وشباہت کے متعلق میں کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ البتہ بڑے حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ کی زبان سے بالخصوص اور جانشین برحق مولانا عبیداللہ انور مدظلہم العالی سے جو کچھ کلماتِ خیر ان کے بارے میں سنے وہ یہاں درج کرتا ہوں۔

زندگی کے چند پہلو

حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹے حبیب اللہ کو علم کا بہت شوق ہے۔ حدیث میں آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ کے شاگرد رشید تھے۔ حضرت مولانا حبیب اللہ نور اللہ مرقدہٗ کئی کئی دن بستر پر لیٹے بغیر گزار دیتے تھے۔ اس درجہ مشغولیت رہتی تھی کہ بس اٹھتے بیٹھتے نیند پوری کر لیتے تھے۔ نیز مولانا عبیداللہ انور نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنی قدس اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا پوری فرما کر نیند کو میرے تابع کر دیا ہے کہ میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے نیند پوری کر لیتا ہوں۔ مولانا انور اپنے دورۂ حدیث کی کیفیت بیان فرماتے تھے کہ میرے زمانہ میں دورۂ حدیث میں ڈھائی سو طلبہ ہوتے تھے۔ اپنے والد صاحب کی طرح تینوں برادران حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے فدایانہ عقیدت ومحبت رکھنے والے اور عشق کے درجہ کا تعلق رکھنے والے بندگانِ خدا ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ نور اللہ مرقدہٗ ربع صدی سے کچھ زائد عرصہ سے ایک خاص ارشاد کے تحت حرمین شریفین زاداللہ شرفاً وتعظیماً میں مقیم تھے اور وہاں سے کسی

بڑے سے بڑے حادثہ پر بھی ان کے پاکستان نہ آنے میں ایک خاص بھید مضمر تھا۔ جس کو جاننے والے جانتے ہیں۔ آپ حرم شریف میں ایک وقت عربی میں اور ایک وقت اردو میں قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے اور تادمِ آخر اس کو نبھایا۔ استقامت اللہ تعالیٰ کی بڑی دین ہے، یہ دولت صرف مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت لاہوریؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ وہاں کوئی شخص درس نہیں دے سکتا بلکہ حکومت باقاعدہ امتحان لیتی ہے اور اپنے معیار پر پرکھتی ہے، اس کے بعد ان کو اجازت ہوتی ہے۔ میرا بیٹا حبیب اللہ سلمہٗ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس میں پاس ہوا اور حکومت نے اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز فرمایا کہ میرے بیٹے حبیب اللہ نے کبھی دینی خدمت پر کوئی تنخواہ یا معاوضہ نہیں لیا۔ اس کے دیگر ساتھی باقاعدہ مشاہرہ وصول کرتے تھے۔ پھر بھی وہ بیچارے مقروض رہتے تھے اور میرا بیٹا باوجودیکہ تنخواہ وغیرہ نہیں لیتا تھا اور فراخ دلی سے خرچ بھی کرتا تھا لیکن کبھی تنگیٔ معاش میں مبتلا نہیں ہوا۔ بوریاں بھر بھر کر دانے گنبدِ خضریٰ روضۂ اطہر پر بیٹھنے والے کبوتروں کو ڈالا کرتا تھا۔ علمی شوق کی بنا پر کتابیں بھی بہت زیادہ خریدتے تھے۔ ان کے پاس کافی تعداد میں کتابوں کا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا۔

نیز ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب بھی میں اس کی والدہ کو ساتھ لے کر حج کے لیے وہاں حاضر ہوتا، میرا بیٹا میری مہمانی پر خوب خرچ کرتا تھا۔ مجھے خیال بھی ہوتا کہ اس کا اس قدر خرچ ہو رہا ہے لیکن وہ کمی اور تنگیٔ معاش میں مبتلا ہونے کا خطرہ محسوس تک نہ کرتا تھا۔ حکومت کی طرف سے اس کو ایک مرتبہ تنخواہ نہ لینے پر تنبیہ بھی ہوئی لیکن اس نے صاف کہہ دیا کہ میرے اباجان نے منع فرمایا ہے کہ خدمتِ دین کے عوض قطعاً نہ لینا جس کا دین ہے وہ خود اپنے بندوں کی کفالت کرے گا۔

اب سے چند ماہ قبل حضرت مولانا الشیخ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے برادر خُرد حضرت مولانا عبیداللہ انور کو بلایا کہ معلوم نہیں زندگی کتنی ہے۔ موت کب آجائے آکر مل جاؤ۔ حضرت مولانا انور مع اہل وعیال وہاں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ واپسی پر

سب بچوں کو خوب خوب پیار کیا۔ یہ حضرت مرحوم کی اپنے خاندان کے افراد سے آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

احباب سے تعلقِ خاطر

یہاں سے جانے والے حجاج کرام سے حضرت مولانا اپنے دیرینہ دوستوں کے حالات پوچھا کرتے تھے اور بچپن کے مخصوص ناموں سے ان کے حالات دریافت فرماتے۔ بالخصوص بابا قائم دین مرحوم کے ساتھ حضرت کو خاص تعلق خاطر تھا۔ جب بابا قائم دین حج کو گئے تو واپسی پر ان کو عربی لباس بنا کر دیا اور فرمایا کہ اسٹیشن سے مسجد تک اسی کو پہن کر جانا۔

حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹے حبیب اللہ نے اپنا وہ قرآن مجید منگایا ہے جس سے وہ حفظ کرتا تھا۔ اصول ہے کہ قرآنِ مجید کے جس نسخہ سے حفظ کیا جائے اس میں دوبارہ دَور کرنے اور بھولنے پر غلطی تلاش کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرتؒ نے فرمایا: میں اپنے بیٹے کے لیے یہاں سے جوتی اور کپڑے بھیجتا رہتا ہوں۔ جس دکان پر حضرت کا جوتا تیار ہوتا تھا راقم السطور اس موچی سے ملا ہے، وہ بھی مولانا حبیب اللہؒ کے قیام لاہور کے دوران ملاقاتوں کا ذکر کرتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت لاہوریؒ نے ارشاد فرمایا: مولوی انور کی والدہ بیماری کے سبب چارپائی پر لیٹی رہتی ہیں۔ ضعف کے سبب اٹھنا بھی دشوار ہوتا ہے مگر جب کبھی میرے بیٹے حبیب اللہ کا خط مدینہ پاک سے آتا ہے تو اٹھ کر خود بخود بیٹھ جاتی ہیں اور خود خط پڑھتی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ماں جی مرحومہ کی علالت کے پیشِ نظر حضرت مولانا حبیب اللہ سے عرض کیا گیا کہ حضرت کی وفات پر آپ حاضر نہیں ہو سکے، اب اماں جی صاحبہ کی طبیعت خراب رہتی ہے اس لیے ان کی ملاقات کو زیارت کے لیے آپ پاکستان تشریف

لے چلیں۔ فرمایا: ”ان شاء اللہ تعالیٰ جنت میں سب سے ملاقات ہوگی“۔

ماشاء اللہ کیسا ایمان اور یقین تھا۔ کیسا عشقِ الٰہی اور کیسا دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی تعلق تھا کہ سب کچھ قربان کر دیا اور غریب الدیار ہو کر وہیں کے ہو رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی پاک قبر کو نور سے بھرے، ان کے درجات میں بیش از بیش ترقیات مرحمت فرمائے۔

خلوت پسندی

اوّل تو طبیعت مبارک شروع ہی سے بہت خلوت پسند تھی۔ زندگی کے آخری ایام میں تو بہت ہی تنہائی اختیار کر لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ یہاں سے جانے والے حضرات سے بھی زیادہ دیر تک ملاقات نہیں کرتے تھے۔ بعض احباب سے سنا کہ اتنی کثرت سے ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے تھے کہ عقلِ انسانی حیران رہ جاتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جس کو چاہیں وہ اپنے سے وابستہ رکھیں اور جتنا چاہیں مشغول رکھیں۔ یہ عنداللہ قبولیت کی نشانی ہے ورنہ وہ بھی ہیں جن کو پنجگانہ نماز کے لیے مسجد میں جانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ یہ بدنصیب نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم دور افتادہ لوگوں کے لیے تو ہفت روزہ خدام الدین کا وہ شمارہ جس میں حضرت مولانا حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی شائع ہوتا تھا خصوصی نمبر معلوم ہوتا تھا۔ بار بار پڑھنے کے باوجود بھی اس گرامی نامہ کو پڑھنے کو جی چاہتا تھا۔

حضرت مولانا صاحبزادہ عبیداللہ انور مدظلہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بھائی جان نے ابھی تک تو کسی کو اپنی طرف سے سلسلہ کی اجازت دی نہیں ہے اور اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ عمر بھر کسی کو اجازت نہ دیں۔ ایک مکتوب گرامی میں اس طرف اشارہ بھی تھا کہ میں نے کسی کو اجازت نہیں دی اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے جن کو اپنی حیاتِ مبارک میں اجازت نہیں دی اب کون ہے جو کسی کو اس فہرست میں شامل کر سکتا ہے۔ اب قیامت

تک نہ اس فہرست میں اضافہ ہوسکتا ہے نہ ازالہ کی کوئی صورت پیدا ہوگی۔ اپنی طرف سے اپنے سے منسوب کر کے بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کسی خادم یا مرید کو اجازت ملنا اور بات ہے لیکن وہ اس طرح بڑے حضرتؒ کا خلیفہ تو نہیں بن سکتا۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے میں نے ایک مرتبہ یہ بھی سنا کہ میرا بیٹا حبیب اللہ میرا اتنا ادب کرتا ہے کہ کبھی میری طرف پیٹھ کر کے نہیں چلا۔ اس نے مجھے ہمیشہ خوش رکھا۔ میں بھی یہاں بیٹھ کر اس کے لیے دل سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہر بلا و مصیبت و آزمائش و ابتلا سے محفوظ رکھے۔ آمین!

OOOO

AF-1076